چھبیسواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

سورۃ الاحقاف

سورۂ احقاف مکی ہے، اس میں ۳۵ آیات اور ۴ رکوع ہیں، اس سورت کا موضوع بھی دوسری مکی سورتوں کی طرح تینوں بنیادی اسلامی عقائد کا اثبات ہے، سورت کی ابتداء ہوتی ہے قرآن کریم کی حقانیت، توحید اور حشر کے دلائل اور ان بتوں کی مذمت سے جنہیں مشرکوں نے معبود بنا رکھا تھا، حالانکہ وہ نہ تو سنتے تھے، نہ دیکھتے تھے، نہ نفع اور نقصان ان کے اختیار میں تھا اور نہ ہی وہ پرستش کرنے والوں کی دعائیں قبول کر سکتے تھے۔ (۲-۶) مذکورہ بالا کے علاوہ سورۂ احقاف کے اہم مضامین درجِ ذیل ہیں:

(۱) مشرکین کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا تھا تو وہ اس پر مختلف شبہات اور اعتراضات وارد کرتے تھے، وہ کبھی تو اسے سحر کہتے تھے اور کبھی آپ کا خود تراشیدہ کلام قرار دیتے تھے، اور کبھی ایمان والوں کے بارے میں کہتے تھے کہ اگر ایمان کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ فقیر، غریب اور مزدور لوگ ایمان قبول کرنے میں ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔ مشرکین کے اعتراضات ذکر کرنے کے بعد ان کے مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ (۷-۱۲)

(۲) سورۂ احقاف ہمارے سامنے دو متضاد نمونے پیش کرتی ہے، پہلا نمونہ نیک بیٹے کا ہے جس کا دل نورِ ایمان سے منور ہے اور اس کے قدم جادۂ شریعت پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں، جب اس کے والدین اسے پال پوس کر جوان کر دیتے ہیں، وہ جسمانی اور عقلی اعتبار سے حدّ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ اللہ سے تین دعائیں کرتا ہے، پہلی یہ کہ اے اللہ! تو مجھے نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، دوسری یہ کہ ایسے اعمال کا کرنا میرے لیے آسان کر دے جن سے

تو راضی ہو جائے، تیسری یہ کہ میری اولاد کو نیک بنا دے......ایسی اولاد کے لیے اللہ کی طرف سے جنت کا وعدہ ہے (۱۵-۱۶) دوسرا نمونہ شقی اور نافرمان بیٹے کا ہے، جس کے والدین اسے ایمان قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں تو وہ جواب میں بڑے تکبر سے کہتا ہے'' اُف اُف! تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ مجھے (زمین سے زندہ کر کے) نکالا جائے گا، حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں'' (ان میں سے تو کسی کو میرے سامنے زندہ نہیں کیا گیا) (۱۷) پہلا نمونہ ایمان اور ہدایت والوں کا ہے، دوسرا نمونہ اہلِ کفر وطغیان کا ہے، دونوں کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا۔

(۲) یہ دو متضاد نمونے بیان کرنے کے بعد سورۂ احقاف قوم عاد کا قصہ بیان کرتی ہے جنہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، جس کے نتیجے میں انہیں تباہ وبرباد کر دیا گیا، انہیں عذاب دینے کے لئے بادل بھیجا گیا، چونکہ کئی دنوں سے شدید گرمی پڑ رہی تھی اس لئے وہ بادل دیکھ کر خوش ہو گئے اور انہیں یقین آ گیا کہ آج تو موسلا دھار بارش ہوگی، وہ خوشی کے مارے گھروں سے باہر نکل آئے، اس بادل کے نمودار ہوتے ہی تیز اور طوفانی ہوا چلنے لگی، قوم عاد کے لوگ بڑے قد آور اور جسیم تھے، ہوا نے انہیں اپنے دوش پر اٹھایا اور فضا میں لے گئی، یوں محسوس ہوتا تھا کہ کیڑے مکوڑے اڑ رہے ہیں پھر انہیں زمین پر پٹخ دیا، وہ زمین پر مردہ پڑے یوں محسوس ہوتے تھے گویا کھجور کے کھوکھلے تنے پڑے ہوئے ہیں، قوم عاد کا واقعہ سنا کر اہل مکہ کو ڈرایا گیا ہے کہ تم ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہو، اگر سرکشی اختیار کرو گے تو تم بھی عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آ کر رہو گے۔ (۲۱-۲۶)

(۴) سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ جو اللہ ارض وسماء کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہ مُردوں کو بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ (۳۳) اور آخری آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اولوالعزم انبیاء کی طرح صبر کریں، صبر کا انجام ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے۔

﴿سورۂ محمد﴾

سورۂ محمد مدنی ہے، اس میں ۳۸ آیات اور ۴ رکوع ہیں، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی قرآن کریم کی صرف چار سورتوں میں مذکور ہے۔ آلِ عمران، احزاب، محمد اور سورۂ فتح ......ان چار مواقع کے علاوہ باقی تمام مقامات پر آپ کی کوئی نہ کوئی صفت بیان ہوئی ہے، اس سورت کو ''سورۃ القتال'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں کفار کے ساتھ قتال کے احکام کا بیان ہے، اس سورت کا موضوع حقیقت میں جہاد وقتال ہے۔ سورت کی ابتداء میں کفار اور مؤمنین کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے، کفار باطل کی اتباع کرتے ہیں اور اہلِ ایمان حق کی اتباع کرتے ہیں۔ (۱-۳) جب انسانوں میں ان دو گروہوں کا وجود ہوگا تو ان کے درمیان کشمکش بھی ہوگی، ٹکراؤ بھی ہوگا، معرکۂ کارزار بھی گرم ہوگا اس لئے فرمایا گیا کہ ''جب تم کافروں سے ٹکراؤ تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو باقی بچیں انہیں) مضبوطی سے قید کرلو۔'' ان قیدیوں کو بطور احسان بھی آزاد کیا جاسکتا ہے اور فدیہ لے کر بھی چھوڑا جاسکتا ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ اپنے قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کرلیا جائے اور چوتھی امکانی صورت یہ بھی ہے کہ انہیں غلام اور لونڈی بنالیا جائے لیکن لونڈی اور غلام بنانا فرض یا واجب کا درجہ نہیں رکھتا، بلکہ ایک انتظامی اور امکانی صورت ہے جسے بوقت ضرورت اختیار کیا جاسکتا ہے، جس وقت جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی اجازت دی گئی اس وقت پوری دنیا میں نہ صرف یہ کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنالینے کا رواج تھا بلکہ ظالم لوگ ایسے آزاد انسانوں کو بھی غلام بنالیتے تھے جن کا کوئی وارث یا طاقتور خاندان نہیں ہوتا تھا، یہ مظلوم طبقہ کسی بھی قسم کے انسانی حقوق سے محروم تھا، اسلام نے ان کے حقوق متعین کیے۔ انہیں آزاد کرنے کے فضائل بتائے اور ان کے خون کو حرمت بخشی، یہ اسلام کے حقوق دینے ہی کا نتیجہ تھا کہ تاریخِ اسلام میں ایسے بے شمار غلاموں کا تذکرہ ملتا ہے جن میں سے کوئی مفسر تھا اور کوئی محدث، کوئی

فاتح اور کوئی وزیر اور فرمانروا، مسلمانوں نے کبھی بھی ان کی سابقہ غلامی کی وجہ سے انہیں حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ صدقہ خیرات کے دوسرے مصارف کی طرح مسلمانوں نے ایک اہم مصرف غلاموں کے ساتھ تعاون اور انہیں خرید کر آزاد کرنے کا بھی طے کر رکھا تھا، قرونِ اولیٰ کے مسلمان، گردنوں کو آزاد کرنے اور کرانے میں کتنی دلچسپی رکھتے تھے اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے جس کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار غلام خرید کر آزاد کئے۔ سورۃ القتال بتاتی ہے کہ اگر مسلمان اللہ کے دین پر استقامت دکھائیں گے اور اس کی نصرت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے تو اللہ ان کی مدد کرے گا اور انہیں ثابت قدم رکھے گا (۷) اللہ نے اس جنت کی ایک جھلک بھی اس سورت میں بیان کی ہے جس کا ایمان والوں سے وعدہ کیا گیا ہے (۱۲-۱۵) ایمان والوں کے مقابلے میں منافقوں کا حال بھی بتایا گیا ہے، آیاتِ قتال سن کر ایمان والوں کی قوتِ ایمانی میں اضافہ ہو جاتا ہے جب کہ منافقوں پر موت کی سی بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ (۲۰-۲۱) جہاد وقتال اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے آخر میں گویا وعید کے انداز میں کہا گیا ہے ''اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔'' (۳۸)

سورۃ الفتح

سورۂ فتح مدنی ہے، اس میں ۲۹ آیات اور ۴ رکوع ہیں، یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ واپس تشریف لا رہے تھے، بخاری اور ترمذی میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' آج شام مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ محبوب ہے۔'' پھر آپ نے سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کا کچھ حصہ تلاوت کیا، اس سورت کے مضامین بسہولت سمجھنے کے لئے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کردیا جائے۔ ہوا یوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کیا، جب آپ نے صحابۂ کرام کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو انہیں بے حد خوشی ہوئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی کا خواب برحق ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ ۶ ھ میں ۱۴۰۰ یا ۱۵۰۰ صحابۂ کرام کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، جب آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان پہنچے تو آپ کو بشر بن سفیان نے اطلاع دی کہ مکہ والے آپ کی روانگی کی اطلاع پاکر باقاعدہ جنگ کی تیاری کررہے ہیں، چنانچہ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر بھیجا تاکہ وہ مکہ والوں کو سمجھائیں کہ ہم جنگ کی نیت سے نہیں آئے۔ ہمارا مقصد عمرہ اور زیارت کے سوا کچھ نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں افواہ پھیل گئی کہ انہیں شہید کردیا گیا ہے، آپ نے درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنے اصحاب سے عدمِ فرار پر بیعت لی، اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے کیونکہ تمام شرکاءِ بیعت کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ میں ان سے راضی ہوگیا ہوں۔ (۱۸) یہ افواہ بعد میں جھوٹی ثابت ہوئی، پھر مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو آئے، بات چیت ہوتی رہی، بالآخر معاہدۂ صلح ہوگیا جس کے مطابق دونوں فریق دس سال تک آپس میں امن وامان سے رہنے اور جنگ نہ کرنے پر متفق ہوگئے، اس معاہدہ کی بعض شقوں سے بظاہر مسلمانوں کی کمزوری ثابت ہوتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے فتح مبین قرار دیا، اس صلح کا فتح مبین ہونا اس وقت بعض مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا لیکن بعد کے حالات نے ثابت کردیا کہ واقعی یہ فتحِ مبین تھی اور ابتداءِ اسلام سے اب تک مسلمانوں کو اس سے بڑی فتح حاصل نہیں ہوئی۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حدیبیہ میں مسلمانوں کی تعداد کم وبیش ۱۴۰۰ تھی جبکہ صرف دو سال بعد جب ۸ ھ میں مکہ فتح ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

زیرِ قیادت لشکرِ مجاہدین کی تعداد دس ہزار تھی ، یہ انقلاب معاہدۂ امن کی وجہ سے برپا ہوا، جب مصالحت کے بعد مشرکین نے مسلمانوں کے ساتھ میل جول اور معاملات شروع کئے تو مسلمانوں کے کردار کی پختگی ،زبان کی سچائی ،دامن کی عفت وعصمت اور معاملات کی صفائی نے مشرکوں کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ آخر وہ کون سی مخفی قوت ہے جس نے کل کے شرابیوں اور رہزنوں کو زاہد وپارسا بنادیا ہے،ظاہر ہے یہ قوت صرف ایمان تھی ،اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد ان کی گردنیں خود بخود ایمان کے سامنے جھک گئیں،سورۂ فتح اسی صلح حدیبیہ کے پس منظر میں نازل ہوئی اس لئے اس میں ان واقعات کی طرف اشارے ملتے ہیں جن کا اس کے ساتھ تعلق اور مناسبت ہے ۔ ابتدائی آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم ترین فتح کی بشارت سنائی گئی ہے،ایمان والوں کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے اور کافروں اور منافقوں کے لئے وعید ہے۔(۱-۶)

پھر یہ سورت دو متضاد گروہوں کا تذکرہ کرتی ہے، پہلا گروہ ان مخلص اہل ایمان کا ہے جنہوں نے وطن سے دور اور غیر مسلح ہونے کے باوجود ہر چہ بادا باد کہتے ہوئے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر بیعت جہاد کی اور یہ عہد کیا کہ آپ کی قیادت میں فتح یا شہادت تک قتال کریں گے اور میدان جنگ سے راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے،رب کریم کو ان کا یہ جذبہ پسند آیا اور فرمایا ’’جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے‘‘(۱۰) اگلی آیات میں ہے’’(اے پیغمبر!) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوگیا اور ان کے دلوں میں (جو ایمانی جذبہ) تھا اس نے اسے جان لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی‘‘(۱۸)

دوسرا گروہ منافقوں کا تھا جو حدیبیہ میں آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور ان کا باطل گمان یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ جانے والے مسلمان مکہ سے زندہ سلامت واپس نہیں آسکیں گے،اللہ نے ان منافقین کے بارے میں اپنے نبی کو پیشگی اطلاع دے دی کہ

جب آپ واپس جائیں گے تو یہ اپنے پیچھے رہ جانے کے بارے میں جھوٹے اعذار پیش کریں گے۔(۱۱-۱۲) سورۂ فتح وہ خواب بھی بیان کرتی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں داخل ہونے کے بارے میں دیکھا تھا (۲۷) اس سورت کے اختتام پر تین امور بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر اس لئے بھیجا ہے تا کہ آپ اسے سارے ادیان پر غالب کر دیں (ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے ایسا ہو کر رہے گا، جہاں تک علمی اور برہانی غلبہ کا تعلق ہے وہ آج بھی دینِ اسلام کو ادیانِ عالم پر حاصل ہے)(۲۸) دوسرے نمبر پر آپ کے صحابہ کی تعریف کی گئی ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں بڑے سخت اور آپس میں بڑے مہربان ہیں اور وہ سب رضاءِ الٰہی کے طالب ہیں اور آخر میں ان لوگوں کے ساتھ مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے (اے اللہ! تو ہمیں بھی ان میں سے بنا دے)

سورۃ الحجرات

سورۂ حجرات مدنی ہے، اس میں ۱۸ آیات اور دو رکوع ہیں، حجرات حجرہ کی جمع ہے گھر اور کمرے کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس میں ان بدوؤں اور دیہاتیوں کا ذکر ہے جو ادب سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عوامی انداز میں کمرے کے باہر سے آوازیں دیا کرتے تھے اس لئے اسے سورۂ حجرات کہا جاتا ہے، چونکہ اس سورت میں مکارم اخلاق بھی بیان ہوئے ہیں اس لئے اسے "سورۃ الاخلاق والآداب" بھی کہا جاتا ہے، اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو پانچ مرتبہ " یا ایھاالذین آمنوا" کہہ کر خطاب کیا ہے، اس سورت کے اہم مضامین کو بالترتیب یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اس کی ابتداء میں اللہ اور اس کے رسول کا ادب بیان کیا گیا ہے، وہ یہ کہ مؤمن کو چاہیے کہ جب تک اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو نہ جان لے، اپنی رائے اور فیصلے کا ہرگز اظہار نہ

کرے، یونہی عملی زندگی میں کتاب وسنت سے اعراض کرتے ہوئے اپنے فیصلے خود نہ کرے، اس سے اگلی آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی سے خطاب کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھا کریں، یونہی آپ کا نام یا کنیت ذکر کے ایسے نہ پکارا کریں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔(۱-۲)

(۲) اجتماعی اور معاشرتی آداب بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ افواہوں پر کان مت دھرا کرو اور اگر کوئی ایسا ویسا آدمی کوئی خبر تم کو پہنچائے تو اس کے بارے میں تحقیق کرلیا کرو، خبروں کے بارے میں میں تحقیق کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اصحابِ رسول کو خطاب کرتے ہوئے ان کی تعریف بھی کی گئی ہے کہ ”اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا ہے۔“(۷)

(۳) اڑتی ہوئی افواہوں پر اعتماد بسا اوقات باہمی قتل وقتال تک پہنچا دیتا ہے، اس لئے سمجھایا گیا ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں برسرِ پیکار ہو جائیں تو ان کے درمیان صلح کرادیا کرو کیونکہ دنیا بھر کے مسلمان خواہ گورے ہوں یا کالے، امیر ہوں یا غریب، عربی ہوں یا عجمی سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۴) اس کے بعد چھ ایسی معاشرتی خرابیوں اور برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی وجہ سے باہمی تعلقات بھی متاثر ہوتے ہیں اور ان میں مبتلا انسان اللہ کی نظر میں بھی اچھا شمار نہیں ہوتا، پہلی برائی جس سے منع کیا گیا ہے وہ ہے ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، عام طور پر ایک شخص دوسرے کا مذاق اس وقت اڑاتا ہے جب وہ اسے حقیر اور اپنے آپ کو اس سے بہتر سمجھتا ہے، اس لئے فرمایا گیا کہ جن کے ساتھ تم تمسخر کررہے ہو، ہوسکتا ہے وہ اللہ کی نظر میں تم سے بہتر ہوں، دوسری برائی ہے ایک دوسرے پر عیب لگانا، طعنہ دینا، ذلیل اور رسوا کرنا۔ تیسری برائی

ہے کسی کو برے لقب سے پکارنا یا اس کا نام بگاڑنا، چوتھی برائی ہے کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا، اللہ کے نبی نے بدگمانی کو بدترین جھوٹ قرار دیا ہے، پانچویں برائی ہے مسلمانوں کے عیوب اور کمزوریوں کو تلاش کرنا اور ان کی ٹوہ میں لگے رہنا، حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے لوگو! کہ اپنی زبان سے تو ایمان لائے ہو مگر تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، تم مسلمانوں کے عیوب کی ٹوہ میں مت لگو، جو ایسا کرے گا اسے اللہ تعالیٰ گھر کے اندر رسوا فرمادے گا۔'' چھٹی معاشرتی برائی جس سے ان آیات میں منع فرمایا گیا ہے، وہ ہے ایک دوسرے کی غیبت کرنا، غیبت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔(۱۱-۱۲) غیبت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ایسی مثال بیان فرمائی ہے جس سے ہر سلیم الطبع انسان نفرت کرتا ہے:

☆ غیبت کرنے والا کسی جانور کا نہیں بلکہ انسان کا گوشت کھاتا ہے۔
☆ جس انسان کا گوشت یہ کھا رہا ہے وہ کوئی غیر نہیں ہے بلکہ اس کا مسلمان بھائی ہے۔
☆ وہ گوشت کسی زندہ کا نہیں بلکہ مردہ کا ہے۔

(۵) باہمی تعلقات کی خرابی کا ایک بڑا سبب حسب نسب اور مال ودولت پر فخر وغرور بھی ہوتا ہے اس لئے سورۂ حجرات میں اس کی بھی جڑ کاٹ دی گئی ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ قوم، قبیلہ، ذات پات اور رنگ ونسل جیسی غیر اختیاری چیزوں میں سے کوئی چیز بھی انسان کو اللہ کے ہاں مکرم اور محبوب نہیں بناتی ہے، اللہ کے ہاں عزت کا معیار صرف تقویٰ ہے یعنی ہر قسم کے شرک اور حرام سے بچنا اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی عار اور آباء پر تفاخر کو ختم کر دیا ہے، لوگ بس دو ہی قسم کے ہیں، کچھ لوگ وہ ہیں جو نیک متقی اور اللہ تعالیٰ کے

ہاں معزز ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کی نظر میں شقی اور ذلیل ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے ”بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔“

(۶) آخری آیات میں بتایا گیا ہے کہ صرف لفظی اور ظاہری ایمان کا اعتبار نہیں بلکہ اللہ کے ہاں اس ایمان کا اعتبار ہے جو دلوں میں پیوست ہو جائے اور مومن کو اللہ کی راہ میں مال و جان کی قربانی پر آمادہ کر دے۔

سورۃ ق

سورۃ ق مکی ہے، اس میں ۴۵ آیات اور ۳ رکوع ہیں، یہ سورت اسلام کے بنیادی عقائد پر مشتمل ہے، اسے عام طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین جیسے بڑے اجتماعات میں پڑھا کرتے تھے۔ اس سورت کی ابتداء میں قرآن مجید کی قسم کھائی گئی ہے اور قسم کا جواب محذوف ہے یعنی کلام میں مذکور نہیں اور وہ ہے ”لیبعثن“ (انہیں مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کیا جائے گا) یہ سورت بتاتی ہے کہ مشرکین کو دوسری زندگی اور انہی میں سے ایک انسان کے نبی بننے پر بڑا تعجب ہوتا تھا۔ (۲-۳) حالانکہ محسوسات کی اس دنیا میں ایسے عجائبات اور مخلوقات کی کوئی کمی نہیں جن میں غور وفکر کر کے انسان اللہ کی بے پناہ قدرت کا ادراک کر سکتا ہے (۶-۱۱) ان سے پہلے قوم نوح، قوم ثمود، قوم عاد، قوم لوط، فرعون اور قوم شعیب بھی انہی کی طرح تکذیب کا راستہ اختیار کر کے ہلاکت سے دوچار ہو چکے ہیں۔ (۱۲-۱۴)

یہ سورت انسان کو اس کی مسئولیت کا احساس دلاتی ہے کہ انسان کے دل میں جو وساوس اور خیالات گزرتے ہیں ان تک کا اللہ کو علم ہے اور اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جو اس کے اعمال واقوال کی نگرانی کرتے ہیں، جب موت آئے گی تو وہ انسان کے اعمال نامہ کو لپیٹ دیں گے اور پھر اسے میدانِ حشر میں اپنے اعمال کا حساب اور جواب دینا ہوگا۔ (۱۶-۳۷) سورت کے اختتام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی بے ہودہ گوئی پر صبر کی تلقین اور صبح وشام

اللہ کی تسبیح اور عبادت کی تلقین کی گئی ہے۔(۳۹-۴۰) آخری آیت میں فرمایا گیا ''یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو، جو ہمارے (عذاب کی) وعید سے ڈرے اسے قرآن سے نصیحت کرتے رہو۔'' (۴۵)

سورۃ الذاریات

سورۂ ذاریات مکی ہے، اس میں ۶۰ آیات اور ۳ رکوع ہیں، اس سورت کے آغاز میں چار قسم کی ہواؤں کی قسم کھا کر اللہ فرماتے ہیں کہ ''جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچ ہے اور انصاف کا دن ضرور واقع ہوگا''۔(۱-۶) پھر آسمان کی قسم کھا کر فرمایا کہ ''تم ایک متناقض بات میں پڑے ہوئے ہو'' کل کے کافر ہوں یا آج کے کافر ہوں، یہ سب کسی ایک بات پر متفق نہیں، قیامت کے بارے میں، قرآن اور صاحبِ قرآن کے بارے میں ان کے اقوال بالکل مختلف ہیں۔ پھر یہ سورت متقین کا اچھا انجام اور ان کی اعلیٰ صفات بھی بتاتی ہے کہ وہ نیک اعمال کرتے ہیں، رات کو کم سوتے ہیں سحر کے وقت توبہ اور استغفار کرتے ہیں، ان کے اموال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں دونوں کا حق ہوتا ہے، متقین کی صفات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کے تین دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ پہلی نشانی زمین ہے، ارشاد ہوتا ہے: ''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں'' (۲۰) زمین گول ہونے کے باوجود ایسے بچھا دی گئی ہے جیسے کوئی بچھونا بچھایا جاتا ہے، اس میں آنے جانے والوں کے لئے راستے ہیں، اس میں میدان بھی ہیں، پہاڑ بھی، سمندر بھی، دریا بھی، گنگناتے چشمے بھی ہیں اور لوہے، تانبے، سونا، چاندی، کوئلہ اور پٹرول جیسی خاموش معدنیات بھی، اس میں رب تعالیٰ نے وہ سب کچھ رکھ دیا ہے جس کی انسانوں کو زندگی گزارنے کے لئے ضرورت پیش آسکتی ہے، دوسری نشانی خود انسان ہے جو کہ حقیقت میں عجائب میں سے سب سے بڑا عجوبہ ہے، کروڑوں اور اربوں انسانوں میں سے ہر ایک کی صورت، رنگ، چلنے کا انداز، لہجہ، آواز، طبعیت اور عقلی

سطح مختلف ہے، اسے سننے، دیکھنے، بولنے، سوچنے، محسوس کرنے، سانس لینے، ہضم کرنے، خون کی گردش، رگوں کے پھیلاؤ اور اعصاب کا ایسا باریک اور محکم نظام دیا گیا ہے جس کے مقابلے میں جدید سے جدید ترین آٹومیٹک آلات کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے اسی لئے فرمایا گیا ہے:

''اور خود تمہارے نفوس میں (بھی تو نشانیاں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں'' (۲۱) حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جو شخص اپنی تخلیق کے بارے میں غور و فکر کرے گا وہ جان لے گا کہ اسے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے جوڑ اور اعضاء عبادت کے لئے نرم ہو جائیں گے۔''

تیسری نشانی یوں بیان کی گئی ہے: ''اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے'' (۲۲) انسان کی زندگی اور اسبابِ زندگی کی فراہمی کا بہت زیادہ انحصار آسمان پر ہے، بارش برستی ہے جس سے زمین پر بسنے اور اُگنے والی ہر چیز کو بشمول انسان زندگی حاصل ہوتی ہے، اگر سورج طلوع نہ ہو تو نہ کوئی کھیتی اُگے، نہ کوئی جانور دودھ دے، ثابت ہوا کہ انسانی زندگی بارش کے برسنے اور شمس وقمر کے ظہور پر موقوف ہے، موسموں کا ادل بدل بھی انہی سے تعلق رکھتا ہے جو کہ غلہ جات کو اُگانے اور پکانے میں خاص تاثیر رکھتا ہے۔ پارہ ۲۶ کی آخری آیات میں ان فرشتوں کا ذکر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کی شکل میں آئے تھے اور آپ نے انہیں انسان سمجھتے ہوئے اپنی کریمانہ عادت کے مطابق بچھڑا ذبح کر کے فوراً کھانا تیار کرلیا تھا۔ (۲۴-۲۷)

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]